Al-SHARQ
Vol: 04, Isue:01, Jan-June 2023, pp:72-80

OPEN ACCESS
Al-SHARQ
ISSN (Online): 2710-2475
ISSN (Print): 2710-3692
www.alsharqjr.com

احیاء ارض موات اور اس کے شرائط عصری تناظر میں

Revival of the unfurtile land and its conditions in contemporary context

Maaz Aziz
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies Qurtuba University Peshawar

Dr. Gul Zada
Assistant Professor/Chairman Department of Islamic Studies Qurtuba University Peshawar

ubmission: 15-04-2023	Accepted: 15-05-2023	Published:25-06-2023

Abstract

In any country, the Shariah status of land and its ownership is very important. Man's survival depends on the land and its production from the time of Adam (peace be upon him) until now. Man has depended on the production of the land to maintain the relationship between body and soul, while the rest of the Sunnahs are also dependent on the production of the land and its praise. Even in the present age, the great majority is forced to adopt this professon. Because the rest of the creatures get sustenance by simply looking for it and man must produce his own food. Since land ownership is a fundamental issue that needs elaboration. What was the status of land ownership at the time of the holy Prophet SAW? And the legitimate means of land ownership in the light of Quran and Hadith.

Key Words: *Revival, unfurtile, contemporary context*

موات کے لغوی معنی

زمین کو قابل کاشت بنانا، موات کے معنی مردہ اور احیاء کے معنی زندہ کرنے کے ہیں [1]۔ فقہاء احناف کے یہاں جنس ارض سے مراد مٹی اور مٹی سے نکلنے والی وہ تمام اشیاء ہیں۔ جو جلانے کی وجہ سے نہ پگھلیں اور نہ راکھ بنیں [2]۔

موات کی تعریف

وہ غیر آباد جنگلات، چٹیل میدان، وہ زمینیں جو جھاڑیوں دلدلوں اور سیلاب کی زد میں آگئی ہوں۔ ندیوں کا رخ تبدیل ہو جانے سے نا قابل کاشت ہو گئی ہوں۔ اور بیکار پہاڑی زمینیں جو نہ کسی خاص ملک میں داخل ہیں اور نہ کسی بستی سے متعلق ہیں اور

CC BY

نہ بالفعل قابل زراعت و انتفاع ہیں۔ اور نہ کسی شخص کی ضروریات عامہ میں مشغول ہوں۔ ایسی زمینوں کو اصطلاح شرع میں ارض موات کہا جاتا ہے[3]۔

ارض موات کا مصداق

موات وہ زمین کہلائے گی کہ قدیم زمانہ سے ویران، بنجر، نا قابل کاشت پڑی ہو اور اس کا کوئی مالک نہ ہو یا دارالاسلام میں اس کا مالک تو ہو لیکن کوئی معین شخص اس کا مالک نہ ہو۔ نیز آبادی سے اتنی دور ہو کہ اگر کوئی شخص آبادی کے آخری حصہ میں کھڑا ہو کر چلائے تو اس زمین تک آواز نہ پہنچے[4]، اگر یہ شرطیں مفقود ہوں تو اس کو موات نہیں کہا جائے گا اور اس کا احیاء درست نہیں ہو گا۔ نیز اگر وہ آبادی کے قریب ہو تو وہ فناء شہر ہے کہ بستی والے جس سے نفع اٹھاتے ہیں اس کا احیاء درست نہ ہو گا۔

حکم

جو شخص کسی بیکار اور بنجر زمین کو قابل انتفاع بنالے وہی اس کا مالک ہو جاتا ہے خواہ آباد کرنے والا مسلم ہو یا غیر مسلم[5]۔

احیاء ارض موات کے شرائط

1۔ وہ زمین کسی مسلمان یا ذمی کی مملوکہ نہ ہو

موات وہی زمین ہو گی جو کسی مسلم اور ذمی کی مملوک نہ ہو۔ لہٰذا اگر کوئی زمین مسلمان یا کسی ذمی کی ہو اور ویران ہو تو وہ موات نہیں کہلائے گی کیونکہ جو مسلمان یا ذمی کی مملوک ہے اس کے ویران ہونے کے باوجود بھی اس سے مسلمان کی ملکیت زائل نہ ہو گی لہٰذا حدیث میں جو لفظ میتۃ استعمال کیا گیا ہے اس سے کامل مراد ہو گا اور کامل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی کی مملوک نہ ہو اس وجہ سے امام محمدؒ نے یہ شرط لگائی۔

2۔ ارض موات کا بستی سے دور ہونا شرط ہے

آبادی سے دور ہونے کی جو شرط امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کیونکہ اسی سے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس سے بستی والوں کا انتفاع منقطع ہو چکا ہے اور اگر قریب ہو گی تو اس میں انتفاع کا انقطاع نہیں ہوتا، بہر حال امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مدار قرب وعدم قرب پر ہے اور امام محمدؒ نے حقیقۃً انقطاع انتفاع کا اعتبار کیا ہے خواہ دور ہو یا قریب ہو لہٰذا اگر وہ زمین بستی کے قریب ہو لیکن بستی والوں کا کوئی انتفاع اس سے وابستہ نہ ہو تو وہ امام محمدؒ کے نزدیک موات ہے امام خواہر زادہؒ نے اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو یوسفؒ کے قول کو قدوری نے اور شمس الائمہ سرخسیؒ اور طحاویؒ نے ذکر کیا ہے۔ اور امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ ہے[6]۔

3۔ احیاء موات کا مالک بننے کے لیے امام کی اجازت ضروری ہے

ارض موات پر قبضہ کرنے سے پہلے ریاست سے باقاعدہ اجازت لینا امام ابو حنیفہؒ اور امام طحاویؒ کے نزدیک ضروری ہے[7]۔ اجازت کا فائدہ یہ ہو گا کہ متعدد افراد کے ایک ہی قطعہ زمین پر قبضہ کی خواہش سے جھگڑے رونما ہونے کا امکان باقی نہ رہے گا[8]۔

امام ابو حنیفہؒ نے اپنی رائے کی تائید میں ذیل کی حدیث بھی پیش کی ہے۔

"لیس للمرء الا ما طابت به نفس امامه"[9]

ترجمہ: انسان کو اسی چیز کا حق پہنچتا ہے جس پر اس کا امام (صدر ریاست) راضی ہو۔

لیکن امام ابو یوسف، امام محمدؒ، امام شافعیؒ، امام احمد ابن حنبلؒ اس رائے کو صحیح نہیں سمجھتے[10]۔ ان کے نزدیک اگر دوسری شرطیں پوری ہو رہی ہوں تو شریعت اسلامی کی نگاہ میں افراد کو قبضہ کا حق حاصل ہے۔ ریاست سے باقاعدہ اجازت حاصل کرنا ضروری قرار دینے کے لیے کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔

اصل میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے زیادہ تر مصالح عامہ کی رعایت پر مبنی ہے۔ ریاست کی اجازت ضروری ہو تو اس خطرے کا ازالہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایک صاحب دولت اٹھ کھڑا ہو اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس طرح کی ساری زمینوں کو اپنی ملکیت بنالے۔ یہ احیاء موات کی ایسی شکل ہو گی جس سے مفاد عامہ کو بالآخر نقصان پہنچے گا۔ ان وجوہ سے موجودہ حالات میں مناسب یہی ہو گا کہ افتادہ زمینوں کو آباد کاری کے خواہاں افراد کو ریاست سے اجازت حاصل کرنے کا مکلّف بنا دیا جائے[11]۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ»[12]

ترجمہ: جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملکیت نہیں تھی تو وہی اس کا حقدار ہے۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"من احیا ارضاً میتة فهی له"[13]

ترجمہ: جو شخص کسی بیکار زمین کو آباد کرے وہ اس کی ملک ہے۔

اسی طرح:

"وللامام ان یقطع کل موات وکل مالیس فیه ملک لاحد ویعمل لما یری انه خیر للمسلمین"[14]

ترجمہ: "اور امام وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ ہر بنجر زمین اور ہر وہ زمین جو کسی کی ملکیت نہ ہو، کسی کو دیدے۔ اور وہ جانتا ہو کہ میرا ایسا کرنے میں مسلمانوں کا فائدہ ہو گا"۔

اسی طرح عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ:

" أَشْهَدُ «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَضَى أَنَّ الْأَرْضَ أَرْضُ اللَّهِ، وَالْعِبَادَ عِبَادُ اللَّهِ، وَمَنْ أَحْيَا مَوَاتًا فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ»، جَاءَنَا بِهَذَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِينَ جَاءُوا بِالصَّلَوَاتِ عَنْهُ "[15]

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ کیا ہے کہ زمین بھی اللہ کی ہے اور بندے بھی اللہ کے ہیں۔ لہٰذا جس نے بھی غیر آباد زمین کو آباد کیا ہو تو وہی اس کا حقدار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ فیصلہ ہم تک انہی لوگوں نے (صحابہ) پہنچایا ہے جنہوں نے آپ کی نمازیں ہم تک پہنچائی ہیں۔

ان احادیث اور فقہی عبارت سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ غیر مملوکہ اور غیر آباد زمین جس نے بھی آباد کر لی وہ اس کی ملکیت ہو گئی۔ ایک مرتبہ آباد کرنے کے بعد اگر اس نے غیر آباد چھوڑی ہو یعنی اس کا استعمال کرنا کسی وجہ سے چھوڑ دیا ہو تو اس کی ملکیت بحال رہے گی کسی اور کو اس پر مالکانہ حقوق اس کی اجازت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ لیکن تحجیر یعنی صرف حد بندی اور نشان بندی کو رسول اللہ ﷺ نے ملکیت کا سبب قرار نہیں دیا بلکہ تعمیر یعنی آباد کرنے والے کو مالکانہ حقوق دیئے

ہیں۔

4۔ مالک بننے کے لیے صرف تحجیر کافی نہیں بلکہ آباد کرنا بھی ضروری ہے

تحجیر کا مطلب ہے پتھر کے باڑھ لگانا (حد بندی اور نشان بندی کرنا) اس کے بارے میں صاحب ہدایہ کا قول ہے:

"ومن حجر ارضا ولم يعمرها ثلاث سنين اخذها الامام ودفعها الى غيره لان الدفع الى الاول كان ليعمرها فتحصل المنفعة للمسلمين من حيث العشر والخراج فاذا لم يحصل يدفعه الى غيره تحصيلا للمقصود ولان التحجير ليس باحياء ليملكه به لان الاحياء انما هو العمارة والتحجير للاعلام سمى به لانهم كانوا يعلمونه بوضع الاحجار حوله أو يعلمونه لحجر غيرهم عن احيائه فبقى غير مملوك كما كان هو الصحيح"[16]

> ترجمہ: جس نے (احیاء کی علامت کے لیے) زمین میں پتھر کی بھاڑ لگائی اور اس کو آباد نہیں کیا تین سال تک تو امام اس کو لے لیگا اور اس کو اس کے غیر کی جانب دیدیگا اس لئے کہ پہلے کو دینا اس لئے تھا کہ وہ اس کو آباد کرے گا پس مسلمانوں کے لئے عشر وخراج کی حیثیت سے منفعت حاصل ہو گی پس جب کہ نفع حاصل نہ ہوا تو امام اس کو اس کے غیر کو دے دے گا مقصود کی تحصیل کے لئے اور اس لئے کہ تحجیر احیاء نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ وہ اس کا مالک ہو جائے۔ اس لئے کہ احیاء تو آباد کرنا ہے اور تحجیر تو آگاہ کرنے کے لئے ہے نام رکھا گیا اعلام کا تحجیر اس لئے کہ وہ موات ہونے کی اطلاع دیا کرتے تھے پتھروں کو رکھنے سے اس کے ارد گرد یا وہ موات ہونے کی اطلاع دیتے تھے اپنے غیر کو روکنے کی وجہ سے اس کے احیاء سے تو باقی بچی یہ غیر مملوک جیسے کہ تھی یہی بات صحیح ہے۔

چونکہ محجر نشان وعلامت لگانے کی وجہ سے اس کا مالک نہ ہو گا کیونکہ مالک احیاء سے ہوتا ہے اور احیاء آباد کرنے سے ہوتا ہے نہ کہ پتھر لگانے سے بلکہ یہ تو ایک علامت ہے تاکہ لوگوں کو اطلاع ہو جائے کہ یہ موات ہے اور دوسرا کوئی اس کا احیاء نہ کر سکے۔

تحجیر کے مختلف طریقے

نشان لگانے کے لیے صرف پتھر رکھنا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ اس تحجیر کے (جس کا مقصد نشان لگانا ہے) مختلف طریقے ہیں: مثلاً

- زمین کے چاروں طرف لکڑی کی بھاڑ لگادی۔
- زمین کو صاف کر کے اس کے کانٹے جلادے۔
- زمین پر جو گھاس پھونس کھڑا ہوا ہے وہ سب گھاس پھونس اور کانٹے وغیرہ کاٹ کر چاروں طرف لگاکر
- ان پر مٹی ڈال دی تاکہ اس میں لوگ نہ گھسیں۔

جیسا کہ صاحب ہدایہ کا قول بھی ہے:

"ثم التحجير قد يكون بغير الحجر بان غرز حولها اغصانا يابسة اونقى الارض واحرق مافيها من الشوك وحصد ما فيها من الحشيش او الشوك وجعلها حولها وجعل التراب عليها من غير ان يتم

المسنأة لیمتنع الناس من الدخول"[17]

ترجمہ: پھر تحجیر کبھی غیر پتھر سے ہوتی ہے اس طریقہ پر کہ اس کے ارد گرد خشک لکڑیاں لگادیں یا زمین کو صاف کیا اور اس میں جو کانٹے ہیں ان کو جلادیا یا جو اس میں گھاس اور کانٹے ہیں ان کو کاٹ دیا اور ان کو زمین کے ارد گرد لگادیا اور اس کے اوپر مٹی ڈال دی بغیر اس کے کہ وہ بند پورا کرے تاکہ لوگ دخول سے باز رہیں۔

ان سب صورتوں میں تحجیر تو ہو جائے گی لیکن احیاء نہ ہوگا۔

5۔ تحجیر کرنے والے کی تین سال تک انتظار کی جائے گی

حضرت طاؤس سے مروی ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ عادی الارض للہ ولرسولہ ثم لکم من بعد فمن احیا ارضاً میتتة فھی لہ ولیس محتجر بعد ثلاث سنین"[18]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ پرانی لاوارث زمین اللہ کی ہے اور اس کے رسول کی ہے اور پھر ان کے بعد تمہاری ہے بس جس نے بھی مردہ زمین کو زندہ کر دیا تو وہ اسی کی ملکیت ہوگی مگر صرف پتھر رکھنے والے کا 3 سال کے بعد کوئی حق نہیں ہے۔

اس ارشاد رسول ﷺ کی تائید حضرت عمرؓ کے فرمان سے ہوتی ہے جس کا اعلان انہوں نے مجمع عام میں کیا تھا اور کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی تھی۔ اور وہ ارشاد یہ ہے:

"ان عمر بن الخطاب قال علی المنبر من احیا ارضاً میتةً فھی لہ ولیس للمحتجر حق بعد ثلاث سنین"[19]

ترجمہ: حضرت عمرؓ نے منبر پر فرمایا تھا کہ زمین جس نے آباد کی ہو اسی کی ہے۔ مگر صرف پتھر رکھنے والے (حد بندی کرنے والے) کا 3 سال کے بعد کوئی حق نہیں ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن مبارکؒ متوفی 181ھ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی زمین پر پتھر سے حد بندی کر کے قبضہ کر لیا تھا مگر اسے آباد نہیں کیا تھا۔ چنانچہ دوسرا شخص آیا اور اس نے اس زمین کو آباد کر لیا۔ حد بندی کرنے والے اور آباد کرنے والے دونوں نے اپنا مقدمہ عبدالملک بن مروان کے سامنے پیش کیا تو اس نے کہا کہ مجھے تو امیر المومنین کے علاوہ کوئی شخص ایسی زمین کا حقدار نظر نہیں آتا۔ اس کے بعد اس نے دربار میں بیٹھے ہوئے عروہ بن زبیرؓ سے پوچھا کہ تو اس بارے میں کیا کہتا ہے؟ عروہؒ نے فرمایا کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ امیر المومنین اس زمین کے حق سے بہت زیادہ دور ہے۔ بادشاہ نے کہا کیوں دور ہے؟ عروہ نے کہا اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ زمین بھی اللہ کی ہے اور بندے بھی اللہ کے ہیں۔ لہٰذا جس نے مردہ زمین کو زندہ کیا ہو تو وہ اسی کی ہوگی۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ اسے دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ پر اس بات کی گواہی دیتا ہے جو اس نے آپ سے سنی نہیں ہے (اس لئے کہ عروہ صحابی نہیں تھے) عروہؒ نے فرمایا کہ کیا جو بات میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود نہ سنی ہو تو اس کے بیان کرنے پر میری تکفیر و تکذیب کی جائے گی۔ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا ہے کہ ظہر کی نماز چار رکعات ہے، عصر کی اتنی ہیں اور مغرب کی اتنی ہیں؟ جن لوگوں نے (صحابہؓ نے) نمازوں کی رکعتوں کی یہ تعداد ہم تک پہنچائی ہے انہی لوگوں

نے زمین کے بارے میں مذکورہ بات بھی ہم تک پہنچائی ہے[20]۔

حضرت عروہؒ نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق زمین آباد کرنے والے کے حق میں فیصلہ دے دیا اور صرف پتھر رکھنے والے کا دعوی خارج کر دیا مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ عبدالملک بن مروان نے اس پر عمل درآمد بھی کروایا تھا یا نہیں؟ اس لیے کہ بنوامیہ کے بادشاہ شرعی احکام کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے۔

اسی شرعی حکم کے مطابق حضرت عمرؓ نے قبیلہ مزنیہ یا جہینہ کی جاگیریں ضبط کر لی تھیں اور بلال بن حارث مزنیؓ متوفی 60ھ کی جاگیر کا ایک حصہ ان سے واپس لے کر دوسرے لوگوں کو دے دیا تھا[21]۔

یہ جاگیریں اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے خود ان لوگوں کو دی تھیں لیکن چونکہ آپ ﷺ نے خود فرمایا تھا کہ زمین جس نے آباد کی ہو اسی کی ہو گی صرف پتھر رکھنے والے کا 3 سال کے بعد کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے یہ زمینیں واپس لے کر دوسروں کو دے دی تھیں تاکہ وہ ان کو آباد کریں۔ حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے مطابق تھا، اس کے خلاف نہیں تھا۔

احیا موات کب شمار ہو گی

بنجر زمین کی آبادکاری تب شمار ہو گی جب مندرجہ ذیل شرائط پائی جائیں:

- ہل جوتنے اور بھر دینے سے بقول امام محمدؒ احیاء ہو گا اور ان دونوں میں سے ایک کام سے فقط تحجیر ہو گی۔
- اگر نالیاں بنادیں اور بھر دیا تب بھی احیاء ہو گا اور اگر صرف ایک کام کیا تو تحجیر ہو گی۔ یعنی نالیاں اور سیرابی کا اجتماع ایسا ہے جیسے گوڑائی اور سیرابی کا حکم کہ دونوں صورتوں میں احیاء ہو گا۔
- اگر اس کی چار دیواری کر دی یا بند لگا دیا کہ پانی نہ آسکے تو یہ بھی احیاء ہے کیونکہ دیوار بنانا یا بند لگانا تعمیر کے درجہ میں ہے تو جیسے تعمیر کی صورت میں احیاء ہوتا ہے یہاں بھی ہو جائے گا۔ (یہاں بند سے مراد وہ بند ہے جو اپنے قطعہ ارض کے ارد گرد بڑا بند لگا دیا جائے تاکہ سیلاب کا پانی آکر زمین کو نقصان نہ پہنچائے تو ایسا بند لگانے سے فقط تحجیر نہیں بلکہ احیاء کا ثبوت ہو جائے گا)
- بیج ڈالنے سے بھی احیاء ہو جائے گا۔
- بنجر زمین میں کنواں کھودنے سے احیاء ہو جائے گا۔

جیسا کہ صاحب ہدایہ کا قول بھی ہے:

"ولو كربها وسقاها فعن محمد انه احياء ولو فعل احدهما يكون تحجيرا ولو حفر انهارها ولم يسقها يكون تحجيرا وان كان سقاها مع حفر الانهار كان احياء لوجود الفعلين ولو حوطها اوسنمها بحيث يعصم الماء يكون احياء لانه من جملة البناء وكذا اذا بذرها"[22]

ترجمہ: اور اگر اس نے زمین کو جوت دیا (گوڑ دیا اس میں ہل چلا دیا) اور اس کو سیراب کر دیا تو محمدؒ سے منقول ہے کہ یہ احیاء ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک کام کیا تو وہ تحجیر ہو گی اور اگر اس کی نالیاں کھود دیں اور اس کو سیراب نہیں کیا تو یہ تحجیر ہو گی اور اگر اس کو سیراب بھی کر دیا نالیاں

کھودنے کے ساتھ ساتھ تو یہ احیاء ہو گا دونوں کاموں کے (نالیاں کھودنا اور سیراب کرنا) پائے جانے کی وجہ سے اور اگر اس پر دیوار بنا دی یا اس پر بند لگا دیا کہ پانی سے حفاظت ہو سکے تو یہ احیاء ہو گا کیونکہ یہ بمنزلہ تعمیر کے ہے اور ایسے ہی (احیاء ہو گا) جب کہ اس میں بیج بو دیا ہو۔

خلاصہ بحث

متحدہ ہندوستان (جس میں موجودہ سندھ اور پختونخواہ بھی شامل تھے) میں انگریز کی طرف سے جو جاگیریں کچھ خاص اشخاص کو عطا کی گئی تھیں۔ جن کو وہ خود کاشت نہیں کر سکتے تھے بلکہ لگان اور بٹائی وغیرہ پر دیا کرتے تھے۔ ان میں اکثر اراضی کا تعلق ارض موات سے ہے مطلب یہ بنجر اور غیر آباد تھی۔ کسانوں نے انہی زمینوں کو آباد کیا تھا اور قیام پاکستان سے پہلے جب یہاں پر انگریز کی حکومت تھی تو انہوں نے یورپ کے جاگیر دارانہ نظام کو یہاں پر رائج کیا۔ جاگیر داروں اور خوانین کا طبقہ پیدا کیا اور یہ ساری زمینیں کاغذات میں ان خوانین کے نام درج کئیں جو کسانوں/مزارعین نے آباد کی تھیں چونکہ موجودہ خوانین کے باپ دادا نے انگریزوں/سیکھوں کی الاٹ کردہ اراضی کی حد بندی اور نشان بندی کر کے قبضہ کر لیا تھا۔ کچھ زمینوں کو تو انہوں نے خود آباد کیا تھا یہ تو ان کی ملکیت بن سکتی ہیں اس لیے کہ جمہور فقہاء کے نزدیک اسلامی حکومت کی اجازت کے بغیر بھی جو شخص زمین کو آباد کر لے تو اسی کی ہو گی لیکن باقی وسیع و عریض رقبوں کو تو ان خان بہادروں، وڈیروں اور چودھریوں نے موجودہ قابضین کے باپ دادا سے بطور مزارعت آباد کروایا تھا۔ لہٰذا مذکورہ سنت رسول ﷺ اور سنت خلافت راشدہ کے مطابق یہ زمینیں ان ہی کی ہیں جن کے باپ دادا نے ان کو مزارعین کی حیثیت سے آباد کیا تھا۔ مزارع تو وہ ہوتا ہے جس نے کسی مالک کی زمین بٹائی پر کاشت کی ہو یا کرائے پر لی ہو۔ جب نشان بندی کر کے صرف قبضہ جمانے والوں کو ان زمینوں پر مالکانہ حقوق حاصل ہی نہیں تھے تو وہ کاشتکاروں اور آباد کاروں کو اپنے مزارعین کیسے کہہ سکتے ہیں؟ انگریزی اور سرکاری کاغذات میں کسی کو مالک لکھنے سے تو شرعی ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ انگریزی قانون میں بلاشبہ یہ ان کی ملکیت متصور ہوتی ہوں گی مگر بات اسلامی قانون کی ہو رہی ہیں۔ جس میں ان زمینوں کے مالک وہ قابض آباد کار ہیں جن کو دخیل کار کہا جاتا ہے اور جن کے آباؤاجداد نے ان زمینوں کو آباد کیا تھا۔

آج بھی ہمارے ملک پاکستان میں بہت ساری زمینیں بنجر اور غیر آباد پڑی ہیں جن کو مختلف جاگیر داروں نے صرف نشان بندی (تحجیر) کے ذریعے قبضہ کیا ہوا ہے۔ مگر آباد نہیں کیا گیا ہے۔ اور سالہا سال گزرنے کے باوجود بھی ان کی ملکیت میں ہیں حکومت کو چاہیے کہ انہی زمینوں کو یا تو خود آباد کرے یا کاشت کاروں کو اجرت پر دے کر آباد کرائے یا مزارعین کو اقطاع کے طور پر دے دیں تاکہ وہ ان زمینوں کو آباد کر کے ملک کی معاشی ترقی میں معاون بن سکیں۔ اور بے کار پڑی ہوئی زمینوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1 رحمانی، خالد سیف اللہ، قاموس الفقہ، زمزم پبلشرز کراچی، شاہ زیب سنٹر نزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی، 2007ء، ج 2، ص 46۔

2 ایضاً، ج 1، ص 261۔

3 امینی، محمد تقی عثمانی، اسلام کا زرعی نظام، مطبوعہ اشوکا پریس دھلی ندوۃ المصنّفین اردو بازار جامع مسجد ھلی، طبع اولیٰ، 1955ء، ص 45۔

4 برہان الدین المرغینانیؒ، الھدایہ: کتاب احیاء الموات، ج 4، ص 482۔

5 ویملک الذی بالاحیاء کما یملک المسلم لعموم الحدیث، الکاسانی، بدائع الصنائع، ج 6، ص 195/ہدایہ، ج 4، ص 483۔

6 جمع الانہر، ج ۲، ص ۵۳۳، صکب الانہر، جلد ۲، ص ۴۹۰، در مختار ج ۲، ص ۲۷۸۔

7 ابن ھمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، فتح القدیر، کتاب احیاء الموات، مکتبۃ امیریہ بولاق مصر، 1318ھ، ج 8، ص 136۔ طحاوی: مختصر الطحاوی مطبعۃ دار الکتاب العربی قاہرہ، 1370ھ، ص 134-135۔

8 ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیمؒ، کتاب الخراج، مطبعہ سیفیہ قاہرہ، 1946ء، ص 76۔

9 ابن ہمام: فتح القدیر، ج 8، ص 136۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، ج 6، ص 195۔

10 ابو یوسفؒ، کتاب الخراج، ص 76-77۔ ابن ہمام، فتح القدیر، ج 8، ص 136۔

11 محمد یوسف موسیٰ، الاموال و نظریۃ العقد فی الاسلام، ص 187 قاہرہ 1952ء/ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظریہ ملکیت، ج 1، ص 134 مطبع میٹرو پرنٹرز لاہور 1968ء اسلامک پبلیکیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور۔

12 بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب المزارعت باب من احیا ارضاً مواتاًج3، ص 106، رقم الحدیث: 2335۔

13 ابو عبید، کتاب الاموال، ص 285۔

14 ابن عابدین المعروف بالشامی، ردالمختار علی درالمختار، ج 3، ص 366۔

15 السجستانی، ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، باب فی احیاء الموات، ج 3، ص 178، رقم الحدیث: 3076۔

16 برہان الدین المرغینانیؒ، الھدایہ: کتاب احیاء الموات، ج 4، ص 483۔

17 برہان الدین المرغینانیؒ، الھدایۃ، ج 4، ص 484۔

18 ابو یوسف، کتاب الخراج، ص 70۔

19 ایضاً، ص71۔امام یحییٰ بن آدم، م: 203ھ، کتاب الخراج، قرشی طبع مجلس علمیہ، لاہور 1395، ص104، 107۔

20 امام یحییٰ بن آدم، کتاب الخراج، ص104-105۔

21 ایضاً، ص107-110۔

22 برہان الدین المرغینانیؒ، الھدایۃ، ج4، ص484۔